سورۃ المنافقون

کی حکیمانہ انقلابی تفسیر

تفسیر سورۃ المنافقون

یہ سورۃ مدنی ہے

سورۂ جمعہ کے ساتھ ربط

پچھلی سورت الجمعہ میں بے عمل لوگوں کے متعلق دو چیزیں بیان کی تھیں۔

(۱) بے عمل لوگ علم حاصل کرنے میں کوتاہی کرتے اور سستی برتتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ احکام الٰہی کی تعمیل، صوری، تو باقی رہتی ہے لیکن معنوی طور پر ختم ہو جاتی ہے۔ اس کی تمثیل کے لیے

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا

(۲) جو لوگ احکام الٰہی کی تعمیل میں جان دینے سے جی چراتے ہیں۔ اس کی تمثیل آیت: فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ میں بیان کی گئی۔

منافق کون ہے؟

جب کسی انسان کے تحت الشعور (Subconscious Mind) میں، اپنی جان بچانے کا فکر بیٹھ جاتا ہے تو وہ احکام الٰہی سیکھنے سے طبعاً گریز کرنے لگتا ہے۔ کیونکہ اسے ہر وقت یہی ڈر لگا رہتا ہے کہ ان احکام میں کہیں ایسی چیز کا ذکر نہ آجائے جس پر مجھے جان دینی پڑے۔ وہ دنیوی زندگی ہی کو اچھا سمجھتا ہے۔ اس طرح کا مسلمان بظاہر ایک مسلم سوسائٹی کا ممبر بنا رہ سکتا ہے لیکن وہ اس سوسائٹی کے مرکز میں نہیں آسکتا اور نہ بیدار مرکزی طاقت اس پر کبھی اعتماد کر سکتی ہے۔ کسی سیاسی جماعت میں جو شخص اس قسم کا ہو جب اس سے ایسی حرکتیں صادر ہوتی ہیں جو اس تحریک کو روکنے کا باعث بنتی ہیں تو وہ قتل کر دیا جاتا ہے۔

نفاق کا انجام کفر ہے

اس طرح کی زندگی بسر کرتے رہنے میں ضرور کوئی نہ کوئی وقت آتا ہے کہ ایسا شخص اس تحریک کے روکنے

والوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ دینی تحریک کو روکنے والے کا نام کافر ہے۔ منافق اصل میں انقلابی تحریک کو روکنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس لئے وہ اسے آگے بڑھانے والی تحریکات میں حصہ لینے سے ہمیشہ گریز کرتا ہے البتہ یہ بات کہ اس نے تحریک کو روکا اس پر اس وقت صادق آتی ہے جب وہ عملاً مخالفین تحریک میں شامل ہو جائے، ایسے شخص کو قرآن حکیم کی اصطلاح میں منافق کہا جاتا ہے۔ جب وہ مخالفین کی تحریک میں شامل ہو کر تحریک کو روکتا ہے تو کافر بن جاتا ہے۔ زمانہ حال کی بولی میں (Sleeping Partner) اور اخلاقی ہمدردی (Moral Sympathy) کے جو الفاظ رائج ہیں در حقیقت منافقانہ ذہنیت ہی کا اظہار کرتے ہیں اگرچہ اس حد تک نہ سہی جو کفر سے ملی ہوتی ہے۔ ایسا شخص عمرانیت کی اصطلاح میں (Value Deranged) کہلاتا ہے۔

منافق کا اخراج اور مصلحت

منافق شخص ترقی کرنے والی سوسائٹی کا غیر فعال حصہ ہوتا ہے اور کسی ترقی کرنے والے معاشرے میں غیر فعال حصہ کوئی قیمت نہیں پاتا۔ کوئی کام اسے سپرد کر کے یہ توقع رکھنا کہ وہ ذمہ داری کے ساتھ اسے پورا کرے گا غلط ہوتا ہے لیکن اسے سوسائٹی سے علیحدہ بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چلتے چلتے اسے سمجھ آجاتی ہے اور فعال بن جاتا ہے۔ جیسے کنواں کھودتے ہیں تو کسی جگہ سخت زمین آجاتی ہے، اور انسان مایوس ہو کر اسے چھوڑ بیٹھتا ہے، مگر زلزلے یا کسی اور مؤثر قوت کے بروئے کار آجانے سے زمین پھٹ جاتی ہے اور پانی نکل آتا ہے۔ اس لئے ایسے انسان کو سوسائٹی سے کلیۃً خارج کرنا مصلحت قرار نہیں دیا گیا۔ اس مصلحت کے تحت رسول اکرم ﷺ نے منافقین کو اپنی جماعت سے خارج نہیں کیا۔ گو وقت آنے پر منافقین اسلامی تحریک سے خود بخود علیحدہ ہو گئے۔

منافق کی سزا موت

تاہم کوئی پارٹی صحیح طریق سے کام نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ منافقین کو الگ نہ کرے۔ اسے صحیح طور پر معلوم ہونا چاہئے کہ اس کے اندر کون کون سے منافقین ہیں، ان پر بھروسہ نہیں کیا جائے گا اور نہ انہیں ذمہ داری کا کام دیا جائے گا۔ لیکن اگر منافقین کی حرکات اس حد تک پہنچ جائیں کہ مرکزی جماعت انہیں قتل کرنا مفاد عامہ کے لئے ضروری سمجھتی ہے تو وہ یہ بھی کر سکتی ہے لیکن یہ بڑی ذمہ داری سے فیصلہ کرنے کی چیز ہے۔

قتل کی شرط

ہمارے خیال میں منافقین کو اس وقت قتل کرنا چاہئے ،جب وہ اعلانیہ طور پر تحریک کی مخالفت پر آمادہ ہوجائیں، اس صورت میں ان کے قتل سے کوئی فساد برپا نہیں ہوتا، کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس سوسائٹی میں انسان کی جان محفوظ و مامون نہیں ہے۔ ہر شخص کو یقین ہونا چاہیے کہ جب تک اس پر جرم ثابت نہ ہوجائے اس کا جان و مال محفوظ رہے گا، مگر یہ کبھی نہیں ہونا چاہئے کہ منافقین اور کارکن لوگ ایک ہی صف میں بٹھادیئے جائیں۔

دوسری سزا

ضرورت کے وقت ایسے آدمیوں کا پردہ فاش بھی کیا جاسکتا ہے کیونکہ ان کا کوئی حق نہیں ہے کہ وہ کام کرنے والوں کی راہ میں رکاوٹ پیدا کریں۔

ڈسپلن کمیٹی

ہم نے یورپ میں پارٹیوں کا جو نظام دیکھا ہے اس میں خاص چیز یہ ہے کہ پارٹی میں ضبط (Disipline) قائم رکھنے کے لئے ایک علیحدہ کمیٹی ہوتی ہے اسے ڈسپلن کمیٹی (Disipline Committee) کہتے ہیں۔اس کمیٹی کا فیصلہ آخری ہوتا ہے۔ اس کے خلاف کوئی اپیل نہیں ہوسکتی نہ کوئی اسے منسوخ کرسکتا ہے۔ یہ کمیٹی نگرانی کرتی رہتی ہے۔اس کے جاسوس ہر رکن پر ہر وقت مسلط رہتے ہیں کہ وہ کس سے ملتا ہے؟ کیا کام کرتا ہے؟ کیا فکر رکھتا ہے؟ بعض اوقات اس کا فیصلہ ہوتا ہے کہ اسے سوسائٹی میں نہیں رکھنا چاہئے، اس وقت اسے قتل ہی کردیا جاتا ہے، اس فیصلے کو کوئی رد نہیں کرسکتا۔انقلاب میں ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ ہمارے زمانے میں جو انقلابات ہوچکے ہیں ان میں ایسا ہی کیا جاچکا ہے۔

اس سورت کا موضوع

یہ سورت حقیقت میں اس جماعت منافقین کی ذہنیت کی توضیح کرتی ہے، جو مذہبی حلقے میں پائی جاتی ہے۔ نزول قرآن کے زمانے میں یہ علمی جماعت ہے۔ تورات کی حامل ہے۔ مگر موت سے بھاگتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ لوگ جو سوسائٹی پیدا کریں گے وہ اسی قسم کے ممبروں پر مشتمل ہوگی۔ ایک آدمی کتاب الٰہی کو تو مانتا ہے، مگر اس کے حکم سے جان دینے پر آمادہ نہیں ہوتا، ایسے شخص کی صحبت سے جو سوسائٹی پیدا ہوگی، وہ منافقوں کی سوسائٹی ہی ہوسکتی

ہے۔ اگر ایک عالم اس قسم کی تحریک جاری کرے جس سے بنی آدم کا ایک اچھا خاصہ حصہ منافق بن جائے، تو ان سب کا وبال اس ایک کی گردن پر ہوگا۔ اس قسم کے عالم بالتّورات یا عالم بالقرآن منافق ہے اس سے ایک سلیم الطبع ان پڑھ آدمی بدرجہا بہتر ہے۔ وہ جاہل تو ہو سکتا ہے لیکن منافق نہیں بن سکتا۔ یہاں تک کہ بعض اوقات کسی سبب سے صحیح بات نہ سمجھنے کی وجہ سے وہ اعلانیہ منکر بھی ہو جائے تو یہ بھی ہو سکتا ہے مگر اس سے یہ کبھی نہ ہوگا کہ ایک تعلیم کو اعلانیہ تو مانتا رہے مگر اس کا قلب یقین سے یکسر خالی ہو۔ یہ سلامت طبع کے خلاف ہے۔

مثال کے طور پر ایک بڑا مقصد ہے۔ اس کے حاصل کرنے کے مختلف طریقے ہو سکتے ہیں۔ فرض کیجئے ایک گروہ ایک اصول کو اختیار کرلیتا ہے، وہ ایک پارٹی کہلائے گی۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے دوسرا گروہ دوسرا طریق اختیار کرتا ہے۔ یہ دوسری پارٹی بن جائے گی۔ ایک طرح سوچنے والے لوگ دوسری طرح سوچنے والی پارٹی میں شامل نہیں ہو سکتے وہ بالمقابل پارٹی بنائیں گے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دو مختلف اصول کار رکھنے والی پارٹیاں مخلوط ہو جاتی ہیں۔ اس سے کام میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً فرض کیجئے کہ ایک پارٹی لڑنے کو جائز سمجھتی ہے اور دوسری لڑنے کو ناجائز سمجھتی ہے گو دونوں کا مقصد ایک ہی ہے یعنی ملک کے لئے آزادی حاصل کرنا۔ اگر یہ دونوں پارٹیاں مخلوط ہو جائیں تو ان کے کام میں جمود (Dead lock) پیدا ہو جائے گا۔

ایسے ہی ایک پارٹی ہے جو ایک ایک شخص کا، مخالف طاقت سے لڑنا، جائز سمجھتی ہے یہ انقلابی جماعت ہے۔ دوسری پارٹی وہ ہے جو سوائے ایک بڑے مسلمان بادشاہ اور بڑی فوج کے، مخالف غیر مسلم طاقت سے لڑنا، جائز نہیں سمجھتی۔ اگر یہ دونوں مل کر کام کرنے لگیں تو دونوں نکمّی ہو جائیں گی۔ اس لئے ان کو دو پارٹیوں میں تقسیم ہو جانا چاہئے۔ یہ نہایت کارآمد اصول کار ہے جو یورپ کی انقلابی پارٹیوں کے تجربے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے ہم مختلف الاصول جماعتوں کے مل کر کام کرنے کے قائل نہیں ہیں۔ پارٹی پالیٹکس کا اصول اولین یہ ہے کہ ہم فکر لوگ ہی جمع ہو کر پارٹی بنائیں اور ایک متحدہ پروگرام پر کام کریں۔

مرتب کہتا ہے: حضرت مولانا سندھیؒ لاہور سے ایک عالم کو اپنے ساتھ گوٹھ پیر جھنڈے (سندھ) لے گئے وہ ان کی درسگاہ میں پڑھانے لگ گیا۔ ایک روز اس عالم نے مولاناؒ سے بڑے زور سے کہا کہ میں فلاں روز لاہور جارہا ہوں میرے لئے تین سو روپے کا بندوبست ہو جانا چاہئے۔ مولاناؒ کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ جس روز کا ان عالم صاحب نے نوٹس دیا تھا، اس سے ایک روز پہلے وہ پھر روپے لینے کے لئے پیچھے پڑ گئے۔ مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد وہ عالم آگے بڑھے کہ وہیں مولاناؒ سے پھر تقاضا کریں لیکن مولاناؒ نوافل پڑھنے کے لئے نیت باندھ چکے تھے۔ عالم صاحب کو مایوس ہو کر بیٹھ جانا پڑا لیکن وہ تلملاتے رہے۔ مولاناؒ نے ابھی دو نفل پڑھ کر سلام پھیرا ہی تھا کہ ایک

شخص مسجد میں آیا اور روپوں کی ایک تھیلی مولاناؒ کے سامنے پیش کی۔ آپ نے اشارہ فرمایا کہ یہاں رکھ دو وہ رکھ کر چلا گیا۔ پھر مولاناؒ نے اس عالم کو اشارہ کیا کہ ان روپوں میں سے لے لو انہوں نے اپنے مطالبے کے تین سو روپے گن کر لے لئے اور باقی روپے جو تعداد میں کئی سو تھے، تھیلی ہی میں رہنے دیئے۔ مولاناؒ کی زندگی میں ایسے بہت سے واقعات آئے کہ پہلے ایک پیسہ بھی نہیں لیکن ہزاروں کی ضرورتیں فضل الٰہی سے پوری ہوتی رہیں اور آپ برابر انقلابی کام میں لگے رہے۔"

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِذَا جَآءَکَ الۡمُنٰفِقُوۡنَ قَالُوۡا نَشۡہَدُ اِنَّکَ لَرَسُوۡلُ اللّٰہِ ۘ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوۡلُہٗ ؕ وَ اللّٰہُ یَشۡہَدُ اِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ لَکٰذِبُوۡنَ ۚ﴿۱﴾

(جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک آپ اس کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافق جھوٹے ہیں۔)

منافقین کی منافقت

منافق کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور ان کا یہ کہنا صحیح ہے اس لیے کہ اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں مگر ان کا آپ کو رسول کہنا محض زبانی ہے وہ دل سے مان کر رسول اللہ نہیں کہتے ویسے ہی کہتے ہیں یہ لوگ رسول اللہ کو رسول اللہ بھی کہتے رہیں گے اور اس کے کام میں رکاوٹیں بھی ڈالتے رہیں گے اس لئے ان کا یہ زبانی دعویٰ جھوٹا ہے۔

آیت نمبر ۲ : اِتَّخَذُوۡۤا اَیۡمَانَہُمۡ جُنَّۃً فَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ اِنَّہُمۡ سَآءَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲﴾

(ان لوگوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے سو یہ لوگ خدا کی راہ سے روکتے ہیں بے شک وہ کام بہت برے ہیں۔ جو یہ کرتے ہیں۔)

اگر ان سے کہا جائے کہ تم رسول اللہ کو رسول اللہ مانتے ہو تو وہ قسمیں کھا کھا کر یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کو مانتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی پر اصرار کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی احکام پر عمل کرنے سے روکتے ہیں اب زبانی قسمیں کھا کھا کر کہنا کہ ہم رسول ﷺ کو مانتے ہیں نہایت برا کام ہے اس طرح کی سوسائٹی پیدا کرنا جرم ہے۔ قرآن حکیم وہ پہلی کتاب ہے جس نے علم کی غایت اصلی عمل کو قرار دیا ہے۔ علم اگر معاشرے کی ترکیب میں داخل ہے تو معاشرہ بغیر افراد کی عمل کے حقیقی صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ قرآنی عمرانیات علم کی عظمت اور علم و عمل کے امتزاج سے ظاہر ہوتی ہے۔ معاشرے اور علم کی

مناسبت سے عمل کو جو اہم مقام حاصل ہے وہ آج کی عمرانیات کا اہم مسئلہ ہے چنانچہ دور جدید کے مشہور ماہر عمرانیات (Talcoat Parsons) معاشرے کے وجود اور ارتقاء کے لیے عمل پر بہت زور دیتا ہے لیکن قرآن حکیم نے علم و عمل کے لزوم کو انسانی زندگی کے لیے جس قدر ضروری قرار دیا ہے وہ ٹالکوٹ پارسنز کی ضخیم کتابوں سے کہیں زیادہ مؤثر ثابت ہوا ہے۔ صحیح علم پڑھنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کام کا ارادہ پیدا ہو جائے جب صحیح علم سے کام کا ارادہ پیدا نہ ہو تو اس پڑھنے کا کیا فائدہ۔ فرض کرو کہ ہم ایک کتاب اس شرط کے ساتھ پڑھتے ہیں کہ اس پر عمل نہیں کریں گے، اس کتاب کے پڑھنے کی فضیلت کی سند تو مل جائے گی اور پڑھا بھی سکیں گے لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس قسم کا کام انسانیت کے لیے زہر قاتل ہے۔

منافقت کا سبب

آیت نمبر ۳: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝

(ہم اس بنا پر یہ کہتے ہیں کہ یہ ایمان لائے پھر نیک ہوگئے لہٰذا ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی اب یہ لوگ حق بات کو سمجھتے ہی نہیں۔)

ان کی یہ ذھنی حالت کیوں ہے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ پہلے تو ارادہ کرتے ہیں کہ ہم یہ کتاب پڑھتے ہیں تاکہ اس پر عمل کریں، پھر مشکل چیز آجاتی ہے یعنی جان دینی پڑتی ہے اس وقت جان چرا جاتے ہیں پھر ان کے دلوں میں اس غلطی کی ندامت پیدا ہوتی ہے کہ ان کو دوبارہ ایمان لانا ہے۔ پھر دوسری دفعہ جان دینے کا موقعہ آتا ہے تو پھر جان چرا جاتے ہیں اس طرح بار بار کرتے رہنے سے جان چرانے کی عادت پختہ ہو جاتی ہے، پھر ان کی دلوں سے یہ احساس ہی جاتا رہتا ہے کہ قرآن پر عمل کرنا ضروری ہے۔ یہ نصوص و آیات حضور رسالت مآب ﷺ کے دور کے بے عمل اور منافق افراد کی حد تک محدود نہیں بلکہ دور جدید کے اصول عمرانیات کے مطابق بھی یہ آیتیں ان لوگوں کی ذہنیت کی ترجمانی کرتی ہیں جو اسلام کو موجودہ سائنٹفک تہذیب کے مقابلے میں بے اثر ناقابل عمل اور ختم شدہ قوت سمجھتے ہیں۔

فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

دلوں پر مہر لگ جانے کا مطلب

اب ان کے دلوں میں عمل کرنے کا ارادہ پیدا ہی نہیں ہوتا۔ یہ مطلب ہے دلوں پر مہر لگ جانے کا۔

(۴) وَاِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ یَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَیْحَةٍ عَلَیْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ؗ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ۝۴

(اے پیغمبر! جب آپ ان کو دیکھیں تو انکے ظاہری جسم آپ کو خوش نما معلوم ہوں اور اگر یہ باتیں کریں تو آپ ان کی باتوں کو دلچسپ ہونے کی وجہ سے کان لگا کر سنیں۔ گویا وہ خشک لکڑیاں ہیں جو کسی دیوار کے سہارے لگادی گئی ہیں۔ وہ ہر بلند آواز کو اپنے ہی خلاف خطرہ سمجھتے ہیں۔ یہی لوگ دشمن ہیں آپ ان سے بچتے رہئے خدا ان کو ہلاک کرے! یہ کہاں پھرے چلے جارہے ہیں؟)

منافقین کی ظاہری حالت

اگران کی صورتیں دیکھو تو بھلے آدمیوں کی سی نظر آئیں گی

وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ: اگر وہ باتیں کریں تو سننے کو خواہ مخواہ جی چاہتا ہے۔ تقریر خوب کرسکتے ہیں اور ایسی لچھے دار باتیں کرتے ہیں کہ سننے والا چاہے کہ سنتا ہی رہے۔

منافقین کی حقیقت

لیکن حقیقت میں خشک لکڑیاں ہیں جنہیں گویا دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا کر دیا گیا ہے۔ سرسبز نہیں ہیں کہ آپ ہی کھڑی رہیں۔ وہ گویا لکڑی کی خوبصورت پتیاں ہیں جن میں عمل کی طاقت نہیں ہے۔

یَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَیْحَةٍ عَلَیْهِمْ: بلند آواز سے زور سے بات کی جائے، تو اسے برداشت نہیں کرسکتے۔ اسے اپنے لئے مضر سمجھتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ آہستہ بات کی جائے۔ آہستہ اس لئے کہ کوئی سلیم الفطرت انسان سن کر عمل نہ کرنے لگ جائے جس سے انقلابی پارٹی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے وہ آپس میں سرگوشیاں ہی کرتے رہتے ہیں۔ اس تحریک کو عدد (گنتی) میں لانا مضر سمجھتے ہیں۔

هُمُ الْعَدُوُّ: تحریک کے اصل دشمن یہی ہیں۔ اس لئے کہ یہ تحریک کی عام دعوت کو روکتے ہیں۔

فَاحْذَرْهُمْ: ان سے ہمیشہ بچتے رہو اور تحریک کے مرکز کے قریب نہ آنے دو۔

قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ: منافقین کو قتل نہ کیا جائے

اللہ انہیں ہلاک کرے گا۔ کوئی صورت ایسی پیدا ہو جائے گی کہ یہ خود بخود مر جائیں گے۔ اس قسم کے لوگوں کو عمداً ہلاک کرنے سے فساد پیدا ہو سکتا ہے اور خدا ہی انہیں سمیٹ لے تو اچھا رہتا ہے۔

اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ : کیسے پھرے جاتے ہیں! انہیں سمجھایا جائے تو بات سمجھ جاتے ہیں مگر پھر بھی پھر جانے کا ڈھنگ نکال لیتے ہیں۔ اعتراض بھی نہیں کرسکتے مگر کام بھی نہیں کرتے۔ یہ بھی ثابت نہیں ہونے دیتے کہ یہ دین سے پھر گئے ہیں یہ ان کی عقلمندی ہے کہ پھرے ہونے کے باوجود پھرا ہوا ہونا ظاہر نہیں ہونے دیتے۔

(۵) وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ۝۵

(اور جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تا کہ اللہ کا رسول تمہارے لئے بخشش طلب کرے تو یہ لوگ اپنے سروں کو پھیر لیتے ہیں اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ متکبرانہ انداز کے ساتھ بے رخی برتتے ہیں۔)

ان کی غلطیاں معمولی نہیں۔ ویسی نہیں جیسی ایک سلیم الفطرت انسان سے کبھی کبھار ہو جاتی ہیں۔ اس قسم کے انسان کو اس کی غلطی کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے تو وہ اسے تسلیم کرلیتا ہے مگر انہیں متوجہ کیا جاتا ہے تو یہ غلطی کے ماننے کو تیار نہیں ہوتے۔ ان سے کہا جاتا ہے کہ تم سے اتفاق سے غلطی ہوگئی آؤ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جا کر اقرار کرلو وہ اللہ سے تمہارے لئے دعا کریں گے۔

لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ : وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوتے اور سر پھیر لیتے ہیں۔

يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ: وہ کہتے ہیں کہ ہم کیسے اعتراف قصور کریں؟ وہ محسوس کرتے ہیں کہ اس طرح ان کی توہین ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک دوسرے کو روکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر اعتراف نہ کریں۔

(۶) سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۝۶

(اے پیغمبر ان کے حق میں دونوں باتیں برابر ہیں خواہ آپ ان کے لئے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ایسے انسانوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔)

منافقت روکنے کی انسانی تدبیر

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ سوسائٹی میں احکام الٰہی کی نافرمانی کا مرض عام طور پر نہ پھیلے اس لئے ان خطاکاروں سے کہا جاتا ہے کہ تم سے غلطی بھولے سے ہوتی ہے آؤ ہم تمہارے لئے مغفرت طلب کریں مگر خدا تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ تمہاری یہ شفقت ان منافقین کے لئے مفید نہیں ہوگی تمہارا ان کے لئے مغفرت طلب کرنا یا نہ کرنا برابر ہے اللہ انہیں نہیں بخشے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۝۶

اس قسم کے قصداً بدکاری کرنے والے لوگوں کو جو قانون شکنی کو عادت بنالیں ہدایت کا کوئی سامان نہیں دیا

جاتا۔ انقلابی جماعت میں اس قسم کے منافقین کو راہ نہیں دی جاتی۔ ایسے لوگ رجعت پسند جماعت میں داخل ہو جاتے ہیں۔

(۷) هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَ لِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ۝

(یہ لوگ وہی تو ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ کے پاس رہے ہیں ان پر کچھ خرچ نہ کرو تاکہ وہ خود بخود منتشر ہو جائیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ آسمانوں کے اور زمین کے تمام خزانے اللہ ہی کے ہیں لیکن یہ منافق اس کی بات ہی نہیں سمجھتے۔)

منافقین کا طریق کار

منافقین کے افعال بتدریج انقلابی تحریک کی مخالفت پر ختم ہوتے ہیں۔ وہ انقلابی تحریک کی دو طرح مخالفت کرتے ہیں۔

(۱) انقلاب کی مالی امداد سے دست کشی

لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا : وہ اس انقلابی تحریک کی مالی امداد بند کر کے اسے برباد کر دینا چاہتے ہیں۔ وہ سازش کرتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہوتے ہیں اور کام کرتے ہیں انہیں خرچ مت دیا کرو جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ لوگ منتشر ہو جائیں گے۔

وَ لِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ۝

حقیقت یہ ہے کہ ان منافقین کی شرارتوں سے انقلابی کارکن یعنی مسلمان بھاگیں گے نہیں اور نہ دل تنگ ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں اور خزانے سے عطا فرمادے گا۔ صرف ان منافقین کے پاس ہی دولت نہیں ہے۔ اگر یہ اپنی امداد بند کر دیں گے تو اللہ کسی اور کے دل میں ڈال دے گا وہ ان کارکنوں کو کھانے پینے وغیرہ کی امداد دے گا۔ زمین آسمان کے سب خزانے اللہ کے ہیں، خدا جانے کس خزانے سے انہیں رزق پہنچ جائے گا۔ رزق نہ پہنچنے کی وجہ سے تو وہ منتشر نہیں ہوں گے۔

(۸) يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۧ۝

(نیز یہ منافق یوں کہتے ہیں اگر اب کے ہم لوٹ کر مدینہ پہنچے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال باہر کرے گا حالانکہ عزت تو صرف اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور مسلمانوں کے لئے ہے لیکن یہ منافق اس بات کو نہیں جانتے۔)

(۲) انقلابیوں کے اخراج کی سازش

ان کی دوسری کوشش یہ ہے کہ انہیں اس سرزمین سے ہی نکال دیں جو اب انقلاب کا مرکز بن گئی ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینے کی طرف واپس گئے (یہ واقعہ سفر میں پیش آیا تھا) تو "عزت والے لوگ" ذلیل لوگوں کو نکال باہر کریں گے۔

منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی اپنے آپ کو عزت والا سمجھتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) "ذلیل" قرار دیتا ہے۔ ان لوگوں کو یہ معلوم ہی نہیں کہ حقیقی عزت تو اللہ، رسول اور مومنین کے لئے ہے۔ مومنین کو عزت کہاں سے نصیب ہوگی؟ اس کا ان منافقین کو علم ہی نہیں۔ جب رئیس المنافقین (عبداللہ بن ابی) کے بیٹے کو معلوم ہوا کہ اس کے باپ نے کہا ہے "عزت والا' ذلیل کو مدینے سے نکال دے گا۔" وہ اس قول کا مطلب سمجھتا ہے اس نے مدینے میں اپنے باپ سے کہا ابا! اپنے کو ذلیل کہہ ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔ اللہ کی قدرت دیکھو عبداللہ بن ابی کو یہ لفظ کہنے ہی پڑے۔

اسی طرح احکام الٰہی کی تکمیل سے جان چرانے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جان چرانے والا شخص اسی پر اکتفا نہیں کرتا کہ خود عمل نہیں کرتا بلکہ آخر کار وہ مخالفانہ قوت پیدا کر کے قرآنی انقلابی مرکز کو برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو روپے والا اور عزت والا مانتا ہے اور اس زعم میں وہ حق کی مرکزی طاقت کو توڑنے کی کوشش کرتا ہے۔

ایک پیش گوئی

ان آیتوں میں یہ سمجھا دیا کہ یہ لوگ اس کوشش میں ناکام رہیں گے اور قرآن کی طاقت کو توڑ نہیں سکیں گے۔ قرآن حکیم کی تحریک نہ روپے پیسے کی تنگی سے فیل ہوگی نہ اس کی مرکزی طاقت کو زمین سے مٹایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ مدنی انقلابی تحریک کی کامیابی ایک تاریخی حقیقت بن چکی ہے لیکن منافقین کا نام و نمود بھی نہ رہا۔

نفاق کا انسداد

اب ایسے اعمال بتائے جائیں گے کہ نفاق پیدا نہ ہو۔

(۹) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۹

(اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تم کو خدا کی یاد سے غافل نہ کر پائیں اور جو ایسا کریں گے تو وہی لوگ سخت نقصان میں رہیں گے۔)

ذکر اللہ سے مراد قرآن حکیم ہے۔

قرآن کے علوم کے حصول کو مقدم کرو

قرآن حکیم کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے مال اور اولاد کے بکھیڑوں کی وجہ سے پیچھے نہ رہ جاؤ۔ ایمان حاصل کرنے کا صحیح طریق یہ نہیں ہے کہ پہلے اپنے بچوں کے لئے مال و زر جمع کرنے میں لگے رہو، فرصت ملی تو قرآن بھی پڑھ لیا، صحیح طریقہ عمل یہ ہے کہ اچھا وقت اور اچھی طاقت قرآن حکیم سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں صرف کی جائے۔ پھر جو وقت اور طاقت بچ رہے وہ بال بچوں کے جھگڑوں اور دولت کے بکھیڑوں میں صرف کی جائے۔

وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۹

جو شخص مال و دولت کے جھمیلوں کو ذکر اللہ پر مقدم کرتا ہے وہ دماغی قوت وغیرہ تو دولت کمانے میں صرف کرلیتا ہے اور جب اعضاء و قویٰ مضمحل ہو جاتے ہیں تو کہتا ہے لاؤ، تھوڑا سا قرآن بھی پڑھ لیں۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ نقصان میں رہیں گے انہیں حقیقی علم حاصل نہیں ہوگا وہ بظاہر تو قرآن حکیم کے عالم ہوں گے لیکن ان میں طاقت عمل نہیں ہوگی۔

(۱۰) وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝۱۰

(اور ہم نے تم کو جو کچھ دیا ہے اس میں سے خیرات کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے اور وہ آثار موت کو مشاہدہ کر کے یوں کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! تو نے مجھ کو اور تھوڑے دنوں کی مہلت کیوں نہیں دی تاکہ میں خوب خیرات کرتا اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جاتا۔)

مال خرچ کرنے کی ضرورت ہو تو تاخیر نہ کرو

جس طرح ذکر اللہ کے سمجھنے میں تاخیر کرنے سے یہ نقصان پہنچتا ہے کہ صحیح معرفت دماغ میں نہیں بیٹھتی اسی

طرح مال و دولت جو اللہ کے لئے صرف کرنی ہو (یعنی دینی کام پر لگانی ہو) اسے فوراً دے ڈالنا چاہیے۔ اس میں تاخیر کرنے سے بعض اوقات برا نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً انسان مر جاتا ہے اور مرتے وقت یہ حسرت پیدا ہوتی ہے کہ کاش میں اپنی دولت کسی اچھے کام میں صرف کرتا۔ موت کا وقت معلوم نہیں ہے اس لئے جو روپیہ اچھے کام میں صرف کرنا ہو اسے فوراً خرچ کر ڈالنا چاہیے تاکہ پھر یہ نہ کہنا پڑے کہ اگر میں زیادہ دن زندہ رہتا تو یوں کرتا اور اللہ کے سامنے جا کر یہ بہانہ بنائے کہ اگر مجھے مہلت ملتی تو یوں کرتا، کچھ دن زندہ رہتا تو نیک بنتا اور مال دیتا اس وقت یہ سب بے سود ہو گا اس لئے جو کچھ کرنا ہے اب کر لو۔

(۱۱) وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱﴾

(اور جب کسی جاندار کا مقررہ وقت آ جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو ہرگز مہلت نہیں دیا کرتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سب سے پوری طرح باخبر ہے۔)

کیا اللہ تعالیٰ اس مال و دولت کی خاطر اس قانون کو بدل دے جس کے مطابق اسے مارنا ہے؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ان باتوں میں جلدی کرو!

جب انسان بنایا گیا اس وقت اس میں چند محدود قوتیں رکھی گئیں۔ یہ مختلف سلسلے ہیں جن کے ماتحت یہ قوتیں رکھی گئیں ہیں۔ اس حدبندی کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنی قوتوں کے مطابق وقت پر مر جاتا ہے جو حدبندیاں لگائی گئی ہیں وہ ایک سلسلہ عظیم کے ماتحت ہیں تو کیا اس کم بخت کے چار پیسوں کی خاطر وہ سارے سلسلہ قانون کو بدل دے؟ یہ کبھی نہ ہو گا کہ قانون کے مطابق وقت آ جائے تو اسے اور زندگی دی جائے۔ اللہ ایسا کبھی نہیں کرے گا۔

ایک استثناء

جو کچھ تم کرتے ہو اور جو تمہارے ارادے میں ہے اللہ سب کی تہہ تک سے واقف ہے۔ اگر کسی شخص نے اللہ کے کام میں روپیہ دینے میں کسی صحیح ضرورت کی وجہ سے تاخیر کی ہے مگر اس نے دینے کا پختہ ارادہ کر رکھا تھا اور اتفاق سے وہ روپیہ دینے سے پہلے مر گیا تو اس کا یہ عمل ضائع نہ ہو گا البتہ بے ضرورت تاخیر کی پوچھ ہو گی۔